35

جمہوریت اور امریکی حکمت عملی

عبدالکریم عابد ○

آج سے کچھ عرصہ پہلے تک جمہوریت کو امرت دھارا سمجھا جاتا تھا کہ یہ ہاتھ آجائے تو مشکل کشا ثابت ہوگی اور ملک و قوم کے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔ لیکن اب جمہوریت پر ایمان اور اعتقاد کی بنیادیں متزلزل ہو چکی ہیں اور نہ صرف عوام بلکہ اہل دانش بھی پریشان ہیں کہ نہ فوجی آمریت میں ہمارا بھلا ہوا نہ بار بار کے انتخابات سے ہماری تقدیر بدلی۔ جسد قومی پر آمریت نے جو زخم لگائے اس سے بڑھ کر جمہوریت نے چرکے لگائے ہیں۔ ایسی صورت میں اب کیا ہو؟

جمہوریت کے بارے میں مایوسی کا پہلا کھلم کھلا اظہار ممتاز دولتانہ نے اپنے ایک آخری انٹرویو میں کیا‘ تاہم نظری طور پر وہ ہمیشہ جمہوریت کے وکیل رہے۔ ایوب خان کی کونشن لیگ اور بنیادی جمہوریتوں کے نظام کو انھوں نے قبول نہ کیا۔ جمہوریت کے لیے جو اتحاد بنے‘ اس میں بھی ان کا کردار رہا ہے۔ لیکن آخری وقت میں‘ انھوں نے ۱۹۸۷ء میں ایک انٹرویو دیا‘ اس میں انھوں نے حالت یاس میں کہا:

> میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شاید اب ہماری قوم کا مزاج جمہوری نہیں رہا اور بعض غیر جمہوری ممالک اگر جمہوریت کے بغیر مستحکم ہوگئے ہیں‘ تو پاکستان کو بھی اسی انداز میں چلا کر دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے ملک کے عوام کا مزاج ہی ایسا ہو اور یہاں کے لوگوں نے غیر جمہوری ماحول کو قبول کر لیا ہو۔ اب جو ماحول پاکستان کے عوام پسند کرتے ہیں‘ اسے ہی اپنا لینا چاہیے۔ میں نے تو ان باتوں کی طرف سے اب اپنا دل چھوڑ دیا ہے۔ اگرچہ میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا کہ پاکستان کو جمہوریت کے بغیر نہیں چلایا جا سکتا۔

جمہوریت سے یہ مایوسی تقریباً انھی سب حضرات کو ہوئی ہے جو آمریتوں کے دور میں جمہوریت کے لیے اتحاد قائم کرتے رہے اور جمہوریت کی خاطر نعرہ زن رہے۔ ضیاء الحق کے دور تک جمہوریت کے

○ چیف ایڈیٹر‘ ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل‘ کراچی

نعرے میں کشش تھی، اس کے بعد جب قوم نے بے نظیر اور نواز شریف کی جمہوریت کو دیکھا تو یہی جمہوریت پسند دوبارہ فوج سے توقعات قائم کر بیٹھے اور آوازیں دینے لگے کہ وہ زمام اقتدار سنبھال کر ملک کو بچائے۔ اس خواہش کے مطابق جنرل پرویز مشرف آئے ہیں لیکن لوگ واقعی دل چھوڑ بیٹھے ہیں۔ نہ فوج سے انھیں توقع رہی ہے اور نہ الیکشن میں انھیں ملک کے مصائب اور مسائل کا حل نظر آتا ہے۔

قومی سطح سے ہٹ کر جب ہم اپنے اردگرد نظر ڈالتے ہیں تو بھارت کی جمہوریت کا ایک تسلسل ہے، لیکن اس جمہوریت کا انجام بھی ہمارے لیے جمہوریت کی طرف ترغیب دینے والا نہیں ہے۔ نصف صدی کی اس جمہوریت میں قومی جماعت کانگریس برباد ہوئی اور اس کی جگہ دوسری قومی جماعت نہیں لے سکی۔ فرقہ پرست اور علاقائی پارٹیوں کا اقتدار ہے اور بہار، یوپی، بھوپال، راجستھان میں جمہوریت کے نام پر ہنسانے اور رلانے والے تماشے ہو رہے ہیں۔ قاتل، ڈاکو اور جرائم پیشہ سیاسی ایوانوں کے اراکین ہیں۔ جمہوریت نے رواداری کے ذہن کی جگہ تعصب کو انتہا پر پہنچا دیا ہے۔ معاشی طور پر غیر ملکی سرمایہ کاروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی گرفت قائم ہو رہی ہے۔ اخلاقی لحاظ سے فلم، ٹی وی کی بے حیائی ہے۔ وہ کانگریس جس نے ترک منکرات یا امتناع شراب کی تحریک چلائی تھی، اس کے ملک میں چائے خانوں سے زیادہ شراب خانے ہیں اور شراب بھی وہ زہریلی شراب جو آدمی کو جلد قبر تک پہنچا دیتی ہے۔ عصمت فروشی کے بازاروں میں ایڈز، تپ دق، جذام کے امراض، غربت کے دردناک مناظر، نیچ ذات کے لوگوں پر مظالم میں اضافہ، مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کے خلاف بھی تعصب کی آگ، شیوسینا، بجرنگ دل، وشوا ہندو پریشد، راشٹریہ سیوک سنگھ کا زور، آسام اور مشرقی علاقوں میں علیحدگی پسندوں کا چائے کے باغات اور چائے کی کمپنیوں سے بھتہ وصول کرنا اور سرکاری آدمیوں کو قتل کرنا اور سب سے بڑھ کر جموں و کشمیر کا خونی منظر۔ یہ بھارتی جمہوریت کے تحائف ہیں۔ بھارت کے مقابلے میں چین، جہاں جمہوریت اور بنیادی انسانی حقوق نہیں ہیں، سیاسی استحکام، معاشی ترقی اور اخلاقی و سماجی حالت کے لحاظ سے کہیں بہتر حالت میں ہے۔ اب تو خود بھارتی دانش ور اس بھارتی جمہوریت سے مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں۔

دنیا کے ایک بڑے مسلم ملک انڈونیشیا میں بھی امریکہ سہارتو کی ۳۰ سالہ آمریت کے بعد جمہوریت لایا ہے۔ لیکن اس جمہوریت کا پہلا تحفہ مشرقی تیمور کی علیحدگی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے جزائر میں بھی آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ عیسائی مسلم فسادات عام ہو گئے ہیں۔ عبدالرحمٰن واحد کو صدر بنایا گیا تھا۔ اب انھیں دھکا دے کر سوئیکارنو کی بیٹی میگاوتی کو آگے لایا جا رہا ہے۔ میگاوتی کی جماعت نے الیکشن میں سب سے زیادہ نشستیں حاصل کی تھیں، لیکن قطعی اکثریت نہیں تھی۔ اس لیے مخلوط حکومت میں عبدالرحمٰن واحد صدر ہو گئے۔ اب ان کے حامی میگاوتی سے مل رہے ہیں اور انڈونیشیا نہ صرف مغربی

سازش بلکہ مسیحی سازش کی زد میں ہے۔

روس میں کمیونسٹ نظام کی شکست کے بعد وہاں بھی جمہوریت کے نام پر پہلے صدر بورس یلسن آمر بن گئے، اب پیوٹن مرکز کو مضبوط بنانے کے نام پر اختیارات اپنے ہاتھ میں لے چکے ہیں۔ معیشت برباد ہے اور روسی عوام پچھلے دنوں کو سرد آہیں بھر کر یاد کرتے ہیں کہ جب آزادی نہیں تھی مگر معاشی اطمینان تھا، ملک کی سوپر پاور کی حیثیت سے عزت تھی۔ اب امریکہ نے جو جمہوریت دی ہے، اس کے نتیجے میں معاشی نکبت بھی ہے اور قومی ذلت بھی۔

جمہوریت کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے، نہ فوجی آمریت کو گوارا کیا جانا چاہیے لیکن یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ آخر امریکہ اچانک آمریت پسند سے جمہوریت پسند کیوں ہو گیا؟ اور یہ جو وہ جمہوریت کا جام گردش میں لایا ہے، یا لانا چاہتا ہے اور ہمارے لبوں کے آگے پیش کیا جا رہا ہے، اس شراب میں ساقی نے کچھ ملا تو نہیں دیا؟

امریکی حکمت عملی کے بعض مقاصد تو واضح ہیں۔ پہلا مقصد یہ ہے کہ ہماری معیشت پر اس کا اور اس کے مالیاتی اداروں کا کنٹرول رہے۔ یہ ملک حقیقی صنعتی ترقی نہ کرے۔ جو چند صنعتیں نظر آ رہی ہیں اس سے بھی وہ دستبردار ہو جائے۔ کیونکہ امریکہ کا مشورہ ہے کہ عالمی منڈی میں آپ کی سٹیل، سیمنٹ، کھاد، کاروں اور ایسی دوسری بہت سی صنعتیں مقابلے کے قابل نہیں ہیں اور اب جب کہ آپ نے غیر ملکی مال پر بتدریج ڈیوٹیاں کم کرنے کا معاہدہ کر لیا ہے اور اس پر عمل بھی کر رہے ہیں تو ان صنعتوں کا مستقبل نہیں۔ انھیں ختم کریں اور صرف خام مال پیدا کرنے پر توجہ مرکوز کریں۔ صنعتی اشیا آپ کو باہر سے بہت سستے داموں مل جائیں گی اور خام مال کی قیمتیں بھی کرنسی کی قدر میں کمی کے ساتھ سال بہ سال کم ہوتی جائیں گی۔ امریکی حکمت عملی کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ فوج کے ادارے کو کمزور کیا جائے۔ وہ کسی اہم اور فیصلہ کن حیثیت میں نہ رہے۔ جس طرح روس میں فوج ذلیل ہوئی ہے اور کئی کئی ماہ تک اسے تنخواہ بھی نہیں ملتی ہے، یہی صورت پاکستانی فوج کی ہو۔ فوج کی اس طاقت کو کم کرنے کے لیے امریکی نسخے میں دو چیزیں ہیں: ایک جمہوریت، دوسری علاقائی خودمختاری۔ دونوں باتیں صحیح ہیں لیکن امریکہ کا کمال یہ ہے کہ وہ صحیح باتوں کو ہی اپنے غلط مقصد کے لیے استعمال کرتا اور ترتیب دیتا ہے۔ سچائی سے جھوٹ کی جو خدمت لیتا ہے اس پر یقیناً شیطان بھی عش عش کر رہا ہو گا۔

امریکہ کے خیال میں برعظیم میں مذہبی بنیاد پر تقسیم غلط تھی اور جب تک یہ تقسیم قائم ہے بھارت اور پاکستان ہندو نیشنل ازم اور مسلم نیشنل ازم ہی کی اساس پر قائم رہیں گے اور ایک دوسرے سے برسرپیکار رہیں گے۔ آپس میں میل ملاپ کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس لیے اس ہندو مسلم کی بنیاد کو

منہدم کر کے برعظیم کی جدید تشکیل علاقائیت و لسانیت پر کرنی چاہیے۔ اس کے لیے کشمیر کو عنوان بنایا جا سکتا ہے اور بھارت کو ریاست ہائے متحدہ ہندستان کی طرز کا نظام اختیار کرنے پر دھکیلا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں علاقائی پارٹیاں پہلے ہی وہاں صوبائی حکومتوں میں ہیں اور کشمیر کو خودمختاری دینے سے ان صوبوں کے لیے بھی اس کی شکل پیدا ہو سکتی ہے۔ اب بھی امریکہ بھارتی ریاستوں سے الگ الگ اقتصادی معاہدے کر رہا ہے (جس کی پاکستان میں اجازت نہیں ہے' لیکن شہباز شریف نے یہ حق مانگا تھا)۔ ہندستان کے آئینی ڈھانچے میں تبدیلی کے بعد بھارتی ریاستوں کے امریکہ اور ملٹی نیشنل اداروں سے براہ راست تعلقات اور بھی زیادہ ترقی کر جائیں گے۔ مرکز اس میں حارج نہیں ہو سکے گا۔

پاکستان کو بھی کنفیڈریشن کی طرف دھکیلنا مقصود ہے۔ اس کے لیے پہلے ضلعی حکومتوں کے ذریعے صوبے فیڈریشن میں تبدیل ہوں گے۔ پھر یہ فیڈریشن سے کنفیڈریشن بنیں گے۔ کنفیڈریشن کا مرکز کمزور ہو گا' فیڈریشن اس کے مقابلے پر ہو گی اور فیڈریشن کے مقابلے پر ضلعی حکومتیں ہوں گی اور ان سب کی کمزوریوں کا فائدہ امریکہ اور ملٹی نیشنل عالمی ادارے حاصل کریں گے۔ اس مقصد کے لیے علاقائی قوتوں کو آگے لایا جا رہا ہے' ان میں ٹکراؤ پیدا کیا جا رہا ہے اور ملک کو ایک ڈھیلے ڈھالے وفاق میں تبدیل کرنے کا ارادہ ہے۔ اس وفاق میں سیاسی حکومتیں کمزور اور غیر مستحکم حالت میں ہوں' یہ وقفے وقفے سے بدلتی رہیں' مستقل سیاسی اکھاڑ پچھاڑ برپا رہے اور کمزور حالت میں' یہ امریکہ کے لیے چیلنج نہ رہیں۔ فوج تو پہلے ہی بے اثر کر دی جائے گی۔ علاقائی و لسانی بنیاد پر ملک کی نئی تعمیر سے اسلامی تحریک کا راستہ بھی روکا جا سکے گا' جو امریکہ کی نظر میں روس کے بعد اب سب سے بڑا خطرہ ہے۔ امریکہ اپنے زیراثر ممالک میں آمریت بھی ایسی چاہتا تھا کہ جب اس آمریت کے سرپرست کی حیثیت سے امریکی ہاتھ اٹھ جائے تو یہ دھڑام سے زمین پر آن گرے۔ اسی طرح اب وہ جمہوریت بھی ایسی چاہتا ہے جس میں انتشار اور خانہ جنگی کے جراثیم پرورش پا سکیں اور جہاں اکثریتی جماعت کا انحصار عوام کے بجائے سامراج پر ہو۔ اور اقلیتی جماعتیں وہ ہوں' جو امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قطار میں کھڑی ہوں کہ کب ہم پر نظر کرم ہوتی ہے۔

امریکہ کی اس سامراجی جمہوریت کا ہماری ثقافتی تخریب کاری کے مقصد سے بھی گہرا تعلق ہے۔ امریکہ کو یقین ہے کہ جمہوریت کے ماحول میں وہ عناصر ابھر کر آئیں گے' جو ایک نئی ثقافت کے مظاہر پیش کر کے ہماری ثقافتی اقدار کی ٹوٹ پھوٹ کے عمل کو تیز تر کر دیں گے۔ اس لیے آیندہ کی جمہوریت میں امریکہ کی حسب مطلب این جی اوز کا بڑا حصہ ہو گا۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مغربی جمہوریت کیا چیز ہے' اس کی پیدائش کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ اب جب کہ مغربی ملکوں میں یہ جمہوریت برسرکار ہے تو اس کا سیاسی کلچر کیا ہے؟ کیا یہ سب کچھ ہمارے ملک میں

ہے؟

مغربی جمہوریت کی تین اساسیات ہیں: سیکولرازم، نیشنل ازم، کیپٹل ازم۔ ان تینوں نے ایک دوسرے سے مربوط ہو کر جمہوریت بنائی جو مغربی ملکوں کا نظام ہے۔ سیکولرازم کی ضرورت انھیں اس لیے تھی کہ اس کے بغیر "نیشنل ازم" پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ قوم کے درمیان سے مذہب اور فرقے کے امتیازات کو ہٹا کر (بالخصوص یہودی دشمن کو ختم کر کے) انھیں ایک جان و ایک قالب کیا جا سکتا تھا اور یہ سیکولرازم اور نیشنل ازم مغربی ملکوں کے "کیپٹل ازم" کی ضرورت تھی۔ سرمایہ داری کو اپنے فروغ کے لیے ایسی تہذیب درکار تھی جس میں انسان نفس پرستی کی طرف زیادہ سے زیادہ مائل ہو، تکلفات و تعیشات پر زیادہ رقم خرچ کرے تاکہ صنعتوں کو فروغ حاصل ہو اور مجموعی طور پر ملک میں اور دنیا میں اسراف کا کلچر ترقی کرے، اور ضروری اشیا کی پیداوار کے بجائے انسان کی مصنوعی یا ثانوی ضروریات کی صنعتوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کیا جائے۔ اس لیے کیپٹل ازم کو ایک خاص مادہ پرستانہ تہذیب بھی درکار تھی۔ مغربی جمہوریت نے اس تہذیب کے فروغ کے لیے خاصا کام کیا ہے۔

سرمایہ داری کی ثقافت کی بھی دو شکلیں ہیں: ایک ثقافت تو وہ ہے جو سامراج کے اپنے ملکوں میں فروغ پا چکی ہے اور ایک وہ ہے جو وہ تیسری دنیا میں داخل کر رہا ہے۔ یہ اس مقصد کے تحت ہے کہ قوموں اور ملکوں کا اصل اندرونی وجود خوابیدہ رہے۔ غلامی کے ادوار سے گزرنے کے بعد بھی ان پر ایک مدہوشی کا عالم طاری رہے۔ ان کے قوائے عملیہ معطل رہیں، وہ اپنا بھلا برا نہ پہچان سکیں، ان کے تہذیبی معیارات وہ قرار پائیں جو عالمی سامراج کے سیاسی غلبے اور اقتصادی لوٹ کھسوٹ کے لیے مفید ہوں۔ یہ عالمی سامراجی ثقافت زندہ اور انقلابی سپرٹ کا حامل مذہب نہیں چاہتی۔ اسے وہ مذہب چاہیے جو اپنی حقیقی روح سے خالی رسومات و رواجات کا بے جان ڈھانچہ ہو اور سرمایہ داری کی پیدا کردہ تہذیب کے تابع ہو کر رہ سکے۔ اس غرض کے لیے مذہب کے نام پر ہر قسم کے میلوں ٹھیلوں، دھوم دھڑکوں اور بے ہودہ غل غپاڑہ کو زیادہ کرنا چاہتے ہیں۔ توہم پرستی، شخصیت پرستی، فرقہ پرستی کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتے ہیں۔ حالیہ دنوں میں عالمی سامراج نے یہ محسوس کیا ہے کہ مسلمان ممالک کے عوام رسمی، رواجی اور بے جان مذہب سے مطمئن نہیں ہیں۔ مذہب کی انقلابیت کو اپنے حالات کی تبدیلی کے لیے بروے کار لانا چاہتے ہیں اور اسلامی انقلابی تحریکوں کی طرف متوجہ ہیں۔ اس بنا پر اس نے اپنے طفیلی حکمران طبقے کے ہاتھ میں بھی اسلام کا جھنڈا دے دیا ہے اور وہ یہ جھنڈا فضا میں لہرا کر اسلام اسلام پکار رہے ہیں۔ اس طرح مسلمان ملکوں میں منافقت کی ثقافت کا پلڑا بھاری ہو گیا ہے۔

سامراج جب مسلم ملکوں میں داخل ہوا تو اس نے مغرب کی نقالی کا راستہ دکھایا۔ لیکن یہ نقالی کچھ زیادہ

نہیں چل سکی۔ سامراج اپنے ساتھ نیا اقتصادی نظام بھی لایا تھا' اس لیے جوں جوں یہ اقتصادی نظام جڑ پکڑتا گیا' سامراجی ثقافت بھی جڑ پکڑتی گئی۔ آج جو "گلوبل معیشت" ہم پر مسلط ہے' وہ ہماری ثقافت کو یکسر بدل دے گی۔ اس تبدیلی کے لیے اسے وعظ و تلقین کی ضرورت نہیں۔ اقتصادیات کا پہیہ چاہیے جو اس کی مرضی کے مطابق رواں دواں رہے اور تیزی سے گھومتا رہے۔ اس طرح لوگ بغیر کسی تعلیم و ترغیب کے خود بخود' خود غرض' لالچی' حاسد' لہوولعب کے شوقین' باطنی خوبیوں کے مقابلے میں ظاہری خوبیوں پر جان دینے والے' جذبہ وفا یا مروت سے ناآشنا اور بندہ نفس و بندہ شکم بنتے چلے جائیں گے۔

اس سارے پس منظر میں بنیادی مسئلہ جمہوریت کا نہیں ہے' بلکہ ایسی جمہوریت کو وجود میں لانے کا ہے جو نئے عالمی سامراج کے سیاسی و اقتصادی غلبے کے خلاف جنگ کر سکے۔ جمہوریت لانے سے پہلے ہمیں امریکہ' اس کے عالمی مالیاتی اداروں اور اس کے ثقافتی نمایندوں سے نبٹنا ہوگا۔ ان کو پخنی دینے کا مسئلہ اولین اہمیت کا ہے اور اس جنگ میں اگر ہم فتح پاگئے تو ہم جو جمہوریت تعمیر کریں گے' وہ ہمارے مطلب کی ہوگی' ہمارے تاریخی پس منظر اور اقدار کے مطابق ہوگی اور ہماری معاشی نجات کا بھی سبب ہو سکے گی۔ ورنہ امریکی جمہوریت آئے گی تو یہ ہمارے وجود کے خلاف ایک سازش ہوگی۔ اس سازش سے ہر ایک کو ہوشیار اور خبردار رہنا چاہیے۔

فہمِ قرآن میں اضافے کے لئے فنی کتاب "قواعدِ زبانِ قرآن" کا مطالعہ کیجئے۔

یہ کتاب متعلمین و مدرسین قرآن دونوں کے لئے نہایت مفید ہے۔

1	قواعدِ زبانِ قرآن	خلیل الرحمٰن چشتی	250 روپے
2	حدیث کی اہمیت وضرورت	خلیل الرحمٰن چشتی	35 روپے
3	توحید اور شرک	محمد خان منہاس	15 روپے
4	رسالت	محمد خان منہاس	15 روپے
5	اسلام میں آخرت کا تصور	محمد خان منہاس	15 روپے
6	نماز	محمد خان منہاس	15 روپے
7	نصاب برائے حفظ	محمد خان منہاس	25 روپے

ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔ سات (7) کتابوں کے مکمل سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ =/400 روپے ہے' کتابیں وی پی نہیں کی جائیں گی' منی آرڈر یا ڈرافٹ کا پہلے آنا لازمی ہے۔

مطبوعاتِ الفوز اکیڈمی
اسلام آباد

317, Street 16, F-10/2, Islamabad.
Tel : 051 - 251 933
Fax : 051 - 254 139